eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

OPEN ACCESS

ڈاکٹر علی کاوسی نژاد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف تہران، ایران

Dr. Ali Kavousi Nejad
Assistant Professor, Dept. of Urdu, University of Tehran, Iran
Email:alikavousi7@ut.ac.ir

فارسی کلام غالب کے نثری تراجم۔ تحقیقی و تقابلی مطالعہ

Prose Translations of Ghalib's Persian Poetry - Analytical & Comparative Study

Abstract

Mirza Asadullah Khan Ghalib is amongst the most eminent poets & writers of India. His poetry & letters, both in Persian & Urdu, remain a significant part of India's literary history. Ghalib not only proved his command in Urdu poetry but also showed his abilities and mastery in Persian verse. He was proud of his Persian poetry and is rightfully considered amongst the most prominent Persian poets of his time. Many translators and critics have attempted to translate & write commentaries on his Persian poetry, both in prose and versified. Amongst these critics & translators, there were several individuals who had the potential of taking forward the translations of Ghalib's Persian Poetry into Urdu and produced many notable translations. In This study, we shall first introduce their translations and then present a comparative analysis of their prose translations to determine that which translator was more successful in terms of considering all the minute textual details.

Key words: Ghalib, Persian Poetry, Analysis, Comparison, Prose Translations
کلیدی الفاظ: غالب، فارسی شاعری، تجزیہ، تقابل، نثری ترجمہ

مرزا اسد اللہ خان غالب، ہندوستان کے سربرآوردہ شاعروں اور نثر نگاروں میں شمار ہوتے ہیں جن کی اردو فارسی شاعری اور مکتوب نگاری اردو ادب کی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھی جائے گی۔ غالب نے جہاں اردو شاعری میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے وہاں فارسی شاعری میں بھی اپنی ذہنی استعداد و صلاحیت کی جھلکیاں دکھائی ہیں۔ مرزا غالب کو اپنی فارسی شاعری پر زیادہ فخر محسوس ہوتا تھا اور اپنے دور کے جید فارسی شعرا کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں۔ بہت سے مترجمین اور شارحین نے غالب کی فارسی شاعری کی منظوم و منثور تراجم و شروح کا اہتمام کیا۔ ان ادیبوں اور مترجمین میں بھی ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنی قابلیت کے سہارے فارسی کلام غالب کے اردو ترجمے کے میدان میں قدم رکھا اور غالب کی فارسی کلام کے نثری تراجم پیش کیے۔ موجودہ مقالے میں ہماری کوشش ہوگی کہ پہلے ان

مترجمین کے تراجم کا تحقیقی تعارف پیش کریں اور آگے ان کے نثری تراجم کا آپس میں تقابلی جائزہ پیش کریں جس کے ذریعے ہم پر یہ بات واضح ہو کر سامنے آئے گی کہ کونسے مترجمین کو ترجمے کی نزاکتوں اور باریکیوں کے پیش نظر کامیابی مِیّسر ہوئی ہے۔

فارسی کلام غالب کے نثری اردو تراجم کا تحقیقی مطالعہ

ا۔ نقش ہائے رنگ رنگ

(غالب کی فارسی غزلیات و مثنویات کا انتخاب)، انتخاب و ترجمہ: ڈاکٹر ظہیر صدیقی

اس ترجمے میں غالب کی فارسی غزلیات اور مثنویات کے منتخب اشعار کا ترجمہ کیا گیا ہے، فارسی غزلیات کے 256 اشعار کا ترجمہ شامل ہے جو 259 صفحات پر مشتمل ہے۔ مثنویات کے ترجمے میں ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے غالب کی پانچ مثنویوں کے منتخب اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔ ان تراجم میں غالب کی پانچ مثنویاں مثنوی سرمہء بینش، چراغ دیر، باد مخالف، تقریظ آئین اکبری اور ابر گہر بار کے منتخب اشعار کے اردو تراجم شامل ہیں۔

غزلیات ردیف الف، ب، ت، ج، چ، د، ر، ز، س، ش، ط، ظ، ک، گ، م، ن، و، ہ، ی کے منتخب اشعار کے اردو تراجم اس طریقے سے درج کیے گئے ہیں کہ ایک صفحے پر فارسی شعر نمبر وار دیا گیا ہے اور اگلے صفحے پر اردو ترجمہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ مثنویوں کے ترجمے میں مثنوی سرمہء بینش (37 اشعا)، چراغ دیر (52 شعر)، باد مخالف (98 شعر)، تقریظ آئین اکبری (35 شعر)، ابر گہر بار (318 شعر) درج ہیں۔ اس ترجمے پر "سخن ہائے گفتنی" کے نام سے خواجہ احمد فاروقی نے دیباچہ لکھا ہے۔ یہ ترجمہ ۱۹۷۰ء میں شعبہء اردو دہلی یونیورسٹی سے شائع ہوا۔ ترجمے میں ظہیر احمد صدیقی نے مختصر الفاظ میں اشعار کے معانی بتائے ہیں اور حواشی و تعلقات کا التزام نہیں ہے۔ ظہیر صدیقی نے اپنے پیش لفظ میں اس بات کی وضاحت نہیں کی ہے کہ انھوں نے ان اشعار کے انتخاب میں فارسی کلام غالب کے کس ایڈیشن سے استفادہ کیا ہے۔ ظہیر احمد صدیقی نے اس بات کا پیش لفظ میں اعتراف کیا ہے کہ ترجمے کے مشکل مرحلے میں پروفیسر ضیاء احمد نے ان کی راہنمائی کی ہے۔ جن لوگوں نے اس ترجمے کی تیاری میں ظہیر احمد صدیقی کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ ان میں خواجہ احمد فاروقی اور رشید حسن خان کے نام آتے ہیں۔

۲۔ مثنویات غالب

(اصل فارسی، اردو ترجمہ)__ مترجم؛ ظ۔ انصاری:

غالب کی زیادہ معروف و مشہور مثنویاں تعداد میں گیارہ ہیں، ان کی اہمیت کے پیش نظر ظ۔ انصاری 65-1968ء کے دوران فارسی کلام غالب کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کے کہنے کے مطابق یہ کام تقریباً پندرہ برس تک پورا ہو گیا لیکن اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی اس لیے پندرہ برس بعد یعنی 1983ء میں غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی سے "مثنویات غالب" کا اردو ترجمہ شائع ہوا۔ اس ترجمے پر ظ۔ انصاری نے ایک تفصیلی مقدمہ بطور پیش لفظ لکھا تھا جو اس ترجمے میں شامل نہیں ہے۔ اس ترجمے میں ظ۔ انصاری غالب کی پندرہ فارسی مثنویوں کے کل اٹھارہ سو پینتالیس اشعار کو

اردو میں ترجمہ کیا۔ ظ۔ انصاری نے پیش لفظ میں غالب کے فارسی کلام اور ان کی مثنویوں پر روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے اپنے ترجمے کا انتساب سیدنا طاہر سیف الدین کے نام سے کیا ہے۔ ظ۔ انصاری نے مثنویوں کے ترجمے میں اختصار سے کام لیا ہے اور حواشی و تعلیقات کا اہتمام نہیں کیا ہے بلکہ مختصر انداز میں فارسی اشعار کے معانی درج کیے ہیں۔

۳۔ نقش ہائے رنگ رنگ

(مرزا غالب کے فارسی قصائد کا اردو ترجمہ)__ مترجم؛ ڈاکٹر صابر آفاقی

ڈاکٹر صابر آفاقی نے فارسی قصائد کے تراجم سے پہلے مرزا غالب کے "فارسی قصائد" کے زیر عنوان غالب کی فارسی قصیدہ نگاری اور قصیدے کی روایت پر سیر حاصل بحث کی ہے اور مرزا غالب کے قصائد کی نمایاں خصوصیات اور ان کے نواقص و معایب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ڈاکٹر صابر آفاقی نے مضمون میں غالب کے فارسی قصائد کا ایک تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔ انھوں نے غالب کے فارسی قصائد کی فنی خوبیوں پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "فنی لحاظ سے دیکھا جائے تو غالب کے قصائد فصیح و بلیغ فارسی میں ہیں اور تمام صنایع و بدائع کا مرقع بھی، تشبیہات کی فراوانی اور تنوع غالب کے قصیدہ کی بڑی خصوصیت ہے جن کی بدولت وہ اپنے قصیدے میں رنگ آمیزی اور میناکاری کرتے ہیں۔ غالب نے قصائد میں جدید ترکیب سازی کی ہے جس پر تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ قصائد مختصر بھی ہیں اور طویل بھی، غالب نے خصوصی طور پر تین تہذیبوں کا مطالعہ کیا ہوا تھا چنانچہ ان کے قصائد میں اگر ایک طرف اسلامی تہذیب کی علامتیں استعمال کی ہیں تو دوسری طرف ایران و ہند کی قدیم تہذیب و ثقافت اور فکر و دانش کی ترجمانی بھی ہے۔ اس طرح انھوں نے اپنیعقائد کے آئینہ میں تہذیبوں کے نقش و نگار دیے ہیں۔"(۱)

ڈاکٹر صابر آفاقی سنہ 1968ء میں ڈاکٹریٹ کرنے کی غرض سے ایران گئے اور وہاں انھوں نے چار برس قیام کیا اور انھیں غالب کے فارسی کلام پڑھنے کا موقع ملا۔ جب 1969ء میں غالب صد سالہ برسی متعدد ممالک میں منائی جاتی تھی تو انھوں نے تہران یونیورسٹی میں منعقدہ یومِ غالب کی تقریب میں ایک قصیدہ غالب کی شان میں پڑھا۔ فارسی قصائد غالب کو اردو میں ترجمہ کرنے کے لیے سید انیس جیلانی نے ڈاکٹر صابر آفاقی کی حوصلہ افزائی کی، کئی عرصے تک انھوں نے اس کام کو پس پشت ڈالا لیکن آخر کار ڈاکٹر آفاقی نے 2000ء میں اپنا ترجمہ شروع کیا اور اپریل 2001ء میں یہ کام مکمل ہو گیا، آخر کار یہ ترجمہ 2004ء میں شائع ہوا۔ ترجمہ کے لیے ڈاکٹر آفاقی کے پیش نظر کلیات قصائد غالب کے تین مجموعے رہے۔ کلیاتِ غالب مطبوعہ نول کشور لکھنؤ 1925ء کلیاتِ غالب جلد ۲ مرتبہ سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، مطبوعہ ترقی ادب لاہور 1967ء اور تیسرا مجموعہ قصائد و مثنویات فارسی مرتبہ غلام رسول مہر، لاہور 1969ء ان کے اس ترجمے میں غالب کے اکہتر فارسی قصائد کے تراجم موجود ہیں، ڈاکٹر آفاقی نے قصائد کے فارسی اشعار ترجمے میں شامل نہیں کیے، صرف قصائد کے مطلع بطور عنوان پیش کیے ہیں۔

ڈاکٹر آفاقی نے پہلے غالب کے چونسٹھ (64) فارسی قصائد کا ترجمہ کیا ہے جو کلیات نظم 1863ء میں شامل ہیں، مزید سات قصیدے وہ ہیں جو غالب کی فارسی تصانیف سبد چین اور باغ دو در میں شامل ہیں۔ آفاقی پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے تن تنہا غالب کے فارسی قصائد کا مکمل ترجمہ کیا ہے۔ ڈاکٹر آفاقی نے اپنے ترجمے کے حوالے سے یوں وضاحت کی ہے:

> "میرا یہ ترجمہ نہ اتنا لفظی ہے کہ بے مزہ ہو جائے اور نہ ہی اس قدر بامحاورہ ہے کہ اگر کوئی آدمی سے اصل سے ملا کر سمجھنا چاہیے تو اسے مشکل پیش آئے۔ ان دونوں باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے کوشش کی ہے کہ میں قاری کی راہنمائی غالب کی گنجینہ ء معنی تک کر دوں میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں اس کا فیصلہ قارئین حضرات ہی کر سکیں گے۔ غالب کے کلام میں معانی کا تہ در تہ سلسلہ ملتا ہے عین ممکن ہے کہ بعض اشعار کا ترجمہ کرتے وقت میرا ذہن اصل مفاہیم تک نہ گیا ہو۔ مجھے اپنے علمی کم مائیگی اور ذہن کی نارسائی کا اعتراف ہے۔" (۲)

فارسی کلامِ غالب کے متفرق و منتشر تراجم:

ا۔ غالب کی فارسی شاعری تعارف و تنقید، تنویر احمد علوی:

تنویر احمد علوی "غالب کی فارسی شاعری تعارف و تنقید" میں فارسی قصائد، قطعات، مثنویات اور غزلیات پر اپنا تنقیدی خیالات کا اظہار کیا ہے اور حسبِ ضرورت فارسی اشعار کے اردو تراجم دیے ہیں۔ تنویر احمد علوی نے اپنی قائم کردہ فہرست میں ان تمام فارسی قصائد، قطعات اور مثنویوں کی طرف اشارہ کیا ہے جن کا انھوں نے تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ ان کے علاوہ تنویر احمد علوی نے غالب کی ان فارسی غزلیات کو اپنے تنقیدی مطالعے میں شامل کیا ہے جو "گل رعنا" میں شامل ہیں۔

اس کتاب کے مقدمے میں تنویر احمد علوی نے غالب کی فارسی شاعری کی اہمیت اور افادیت پر بحث کی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے غالب کے فارسی قصائد پر روشنی ڈالی ہے اوران قصائد کو مختلف موضوعات اور مضامین کے لحاظ سے چار بڑے حصوں میں تقسیم کیا ہے اور غالب کے قصائد کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی غرض سے ان قصائد کا تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے۔ دوسرے باب میں تنویر احمد علوی نے غالب کے تیرہ مدحیہ قصائد کے تراجم پیش کیے ہیں اور ان قصائد کا تعارف پیش کیا ہے اور ان پر تنقید بھی کی ہے لیکن جہاں تک میری ناقص رائے ہے تنویر احمد علوی نے زیادہ تر قصائد کے اردو تراجم پر توجہ دی ہے۔ البتہ کچھ مقامات پر ان قصائد کے ممدوحین اور مذکورہ قصائد کی خوبیوں اور خامیوں کو اجاگر کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔

تیسرے باب میں تنویر احمد علوی نے غالب کے فارسی قطعات کا تعارفی اور تنقیدی مطالعہ پیش کیا ہے۔ غالب کے فارسی قطعات پر اپنے تنقیدی خیالات کا بھی اظہار انھوں نے ان الفاظ میں کیا ہے:

> "یہ قطعات اس اعتبار سے غالب کی ادبی اور عمرانی نفسیات کے مطالعے میں ایک کلیدی کردار ادا کرتے ہیں، اور وہ بھی اس خاص موقع پر کہ جب وہ ناراض ہوتے ہیں، تو ان کی

زبان کہیں کہیں ادب نگاری کے مقابلے میں دشنام طرازی سے زیادہ قریب ہو جاتی ہے۔ یہ لب و لہجہ قرین انصاف نہیں ہے، غالب اس طرح کی باتیں کرتے تھے اور جب اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے تو دوسروں کے متعلق بہت برے الفاظ استعمال کر جاتے تھے۔ ان کے ہاں معاشرتی معاملات اور شہری روشوں کے بارے میں وہ توازن نہیں ہے جس کی توقع ہم ان سے ایک بڑے فنکار کے طور پر کرتے ہیں۔ اس کے بعد کے اشعار میں وہی رویہ آ جاتا ہے کہ وہ دربار سے کچھ چاہتے ہیں۔" (۳)

دوسرے حصوں میں تنویر احمد علوی نے غالب کے تاریخی قطعات کا تعارف و تنقید پیش کیا ہے اور ان قطعات کی ذیل میں اردو ترجمہ بھی پیش کیا ہے۔ غالب کی فارسی مثنویوں کی ذیل میں "مثنوی چراغِ دیر"، "مثنوی باد مخالف"، "مثنوی سرمہء بینش"، "مثنوی دربارہء امتناع نظیر خاتم النبیین"، "مثنوی درد و داغ" کی وضاحت اور منتخب اشعار کے تراجم بھی کیے ہیں۔ یہ مثنویاں اہم واقعات کی طرف اشارہ کرتی ہیں اس لیے تنویر احمد علوی نے ان کو اس انتخاب میں شامل کیا ہے۔ غالب نے اپنے قیام کلکتہ کے دوران اپنے اردو فارسی اشعار کا ایک انتخاب "گلِ رعنا" سے کیا جسے مالک رام نے علمی مجلس دلی سے 1970ء میں شائع کروایا۔ تنویر احمد علوی نے اس انتخاب کا تعارف پیش کیا ہے۔ اس حصے میں علوی نے منتخب اشعار کی وضاحت کی ہے اور حسبِ ضرورت اردو ترجمہ پیش کیا ہے۔ کلی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ تنویر احمد علوی کی "غالب کی فارسی شاعری تعارف و تنقید" ایک باقاعدہ ترجمہ نہیں ہے بلکہ انھوں نے فارسی قصائد، قطعات، مثنویات اور غزلیات کا تعارف اور تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے، جہاں ضرورت محسوس ہوئی منتخب فارسی اشعار کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

۲۔ یادگارِ غالب مع فارسی متن و ترجمہ، مولانا الطاف حسین حالی، فارسی متن کے مترجم: نسیم احمد عباسی

مولانا حالی کی یادگار غالب پہلی مرتبہ 1897ء محمد رحمت اللہ رعدؔ کے نامی پریس کانپور سے شائع ہوئی۔ یادگار غالب میں فارسی نظم و نثر کا انتخاب موجود ہے غالب اکیڈمی نے یادگارِ غالب (طباعت اوّل 1897ء) کا ایک عکسی ایڈیشن فارسی متن ترجمے کے ساتھ 2011ء میں شائع کیا، اس ایڈیشن میں جہاں جہاں فارسی اشعار اور نثری فقرے شامل کیے گئے ہیں ان کی ذیل میں نسیم احمد عباسی نے جو اردو اور فارسی میں ایم۔اے ہیں اور ایک عرصے تک دہلی یونیورسٹی کی لائبریری سے وابستہ رہے اردو ترجمہ پیش کیا ہے۔ اس ایڈیشن پر ڈاکٹر عقیل احمد نے پیش لفظ لکھا ہے اور موجودہ ایڈیشن کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ اردو قارئین کے لیے جو فارسی سے نابلد ہیں یہ موجودہ ایڈیشن کافی سہولت کا باعث بنے گا کیونکہ "یادگارِ غالب" میں جتنے فارسی اشعار اور نثری عبارات ہیں ان سب کا اردو نثری ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ نسیم احمد عباسی نے اپنے ترجمے میں آسان اور رواں اسلوب اختیار کیا ہے اور متفرق اشعار اور نثری فقروں کو اردو کے نثری پیکر میں ڈھالا ہے۔ نسیم احمد عباسی نے نہ صرف غالب کی فارسی تصانیف کے اشعار اور عبارات کا اردو میں ترجمہ کیا ہے بلکہ یادگار غالب میں درج شدہ دیگر فارسی شعرا اور نثر نگاروں کے اشعار اور عبارات کا بھی آسان نثری پیرائے میں ترجمہ کیا ہے جس کے باعث غالب اور دیگر فارسی گو شعرا اور نثر نگاروں کی تصانیف اور فن پاروں کا بیک وقت موازنہ کیا جا سکتا ہے۔

رسائل میں تراجم:

ا۔ فارسی بیں، مشمولہ سہ ماہی اردو ادب، نئی دہلی، مترجمین؛ شریف حسین قاسمی، یونس جعفری:

ڈاکٹر تحسین فراقی اپنی کتاب "غالب، فکر و فرہنگ "میں ایک مضمون "پاکستان میں غالب شناسی - اجمالی جائزہ اور چند تجاویز" شامل کیا ہے، انھوں نے اپنے مضمون میں غالب کے فارسی اشعار کے تراجم پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دہلی سے نکلنے والے اعلیٰ مجلہ سہ ماہی "اردو ادب" میں غالب کے فارسی قصائد و غزلیات کا اردو ترجمہ "فارسی بیں" کے زیر عنوان یونس جعفری اور شریف حسین قاسمی قسط وار شائع کر رہے ہیں۔ پاکستان کے فارسی داں غالب شناسوں کے لیے یہ لمحہ ءفکر یہ ہے۔"(۴)

میں نے کئی دوستوں سے رابطہ کیا تاکہ میری ان تراجم تک رسائی حاصل ہو سکے، جناب قاسم جعفری کا تہ دل سے مشکور ہوں جن کی محبت سے غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی سے یہ تراجم مجھے ملے۔ ان تراجم میں جو عنوان قائم کیا گیا ہے یوں ہے "فارسی بیں" (غالب کا منتخب فارسی کلام مع ترجمہ)، اس رسالے کے مختلف شماروں میں فارسی اشعار کا انتخاب نیر مسعود نے کیا ہے اور شریف حسین قاسمی اور یونس جعفری نے فارسی اشعار کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ "اردو ادب" کے مختلف شماروں میں میرزا غالب کے فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات، قطعات کے منتخب اشعار کے تراجم موجود ہیں۔ تراجم کی نوعیت یوں ہے کہ ہر شعر میں موجود مشکل الفاظ کے معانی بتائے گئے ہیں اور اس کے بعد شعر کا آسان اور رواں اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے جو مختصر عبارات پر مشتمل ہے۔ شریف حسین قاسمی اور یونس جعفری دونوں نے اپنے تراجم میں یہی انداز برقرار رکھا ہے اور توضیح و تشریح سے اجتناب کیا ہے۔ ان تراجم میں غالب کی معروف نظم "زندان نامہ" کے منتخب اشعار کے تراجم بھی شامل ہیں۔

فارسی کلامِ غالب کے نثری تراجم: تنقیدی و تقابلی مطالعہ

فارسی کلام غالب کے مختلف اصناف شعری کے نثری تراجم، کتب میں بھی شامل ہیں اور بعض مترجمین نے منتخب اشعار کے تراجم کیے ہیں، اس تنقیدی جائزے میں ہماری کوشش ہو گی کہ ان تراجم کو مختلف اصنافِ شعری کی رو سے مطالعہ کریں اور مختلف تراجم کا تنقیدی جائزہ پیش کریں۔ اس لیے ہم فارسی کلام غالب کو غزلیات، قصائد، مثنویات، رباعیات، قطعات اور ترکیب بند کے الگ الگ حصوں میں تقسیم کریں گے تاکہ ہر صنف کی ذیل میں مختلف تراجم کا سہولت اور تمام یکسوئی کے ساتھ تقابلی جائزہ پیش کر سکیں۔ فارسی غزلیات کی اہمیت اور ان کی تعداد کے پیش نظر ان کا تنقیدی جائزہ پہلے پیش کریں گے۔

غزلیات:

(i) ڈاکٹر ظہیر صدیقی نے اپنے نثری ترجمے "نقش ہائے رنگ رنگ" میں فارسی غزلیات اور مثنویات کا منتخب ترجمہ کیا ہے۔ انھوں نے اپنے ترجمے میں غالب کی منتخب غزلیات کے ترجمے پر اکتفا کیا ہے۔ ہر ردیف کی ذیل میں چند اشعار کو اردو کے سانچے میں ڈھالا ہے، اگرچہ انھوں نے مختصر اور جامع شکل میں ان فارسی غزلیات کے مفہوم اور معانی

سمجھائے ہیں لیکن جہاں تک میرا خیال ہے وہ شاعر کے اصل مفاہیم اور معانی کی تہ، تک پہنچے ہیں۔ انھوں نے واضح اور عام فہم انداز میں خیال اور مفہوم بیان کیا ہے اور طوالت سے احتراز کیا ہے۔ ان کا یہ ترجمہ لفظی ترجمہ نہیں بلکہ بامحاورہ ترجمہ ہے جس میں مطلب بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ شعر کے مشکل الفاظ کے معانی بتانے میں ان سے کہیں غلطی صادر نہیں ہوتی۔ یہ ایک معیاری اور عمدہ ترجمہ ہے جس کی جتنی داد دی جائے کم ہے۔ مترجم نے بعض مقامات پر حواشی کا بھی التزام کیا ہے اور اپنے ترجمے کی تصدیق میں ایک دو اشعار بھی درج کیے ہیں۔ ترجمے میں ہ میں ابہام اور پیچیدگی محسوس نہیں ہوتی، اس ترجمے کی ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ ایک دو سطروں میں مترجم نے سیدھے سادے اور رواں اسلوب کے پیرائے میں مفاہیم واضح کیے ہیں۔ کاش ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی تمام فارسی غزلیات کا نثری ترجمہ کرتے جس سے ان غزلیات کی تمام خوبیاں اجاگر ہوتیں۔ یقیناً اگر ظہیر صدیقی ان اشعار کی زیادہ وضاحت اور تشریح کر لیتے تو اشعار میں موجود خیالات و افکار بہتر طور پر واضح ہوتے اور غالب کے پیچیدہ افکار کے مخفی گوشوں تک قارئین کو رسائی حاصل ہوتی۔ غزل خود ایک نازک صنفِ سخن ہے اور غالب کی فارسی غزلیات میں تمام مضامین بکثرت موجود ہیں۔ ان میں عشق و محبت، غم و اندوہ، مے و مستی، حمد و نعت، وحدت الوجودی اور حکیمانہ و فلسفیانہ خیالات و افکار کے مضامین کی کمی نہیں ہے ۔ ظہیر صدیقی نے موجز اور مختصر انداز میں ان مضامین کی جھلکیاں دکھائی ہیں۔ اب یہاں غالب کا ایک شعر ملاحظہ ہو جسے ظہیر احمد صدیقی نے مختصر انداز میں ترجمہ کیا ہے:

میرمی از من و خلقی بگمانست ز تو
بی محابا شو و بنشین کہ گمان برخیزد

ترجمہ: تو مجھ سے رم کرتا ہے اور اسی بنا پر خلق تیرے حق میں بدگمان ہے یعنی لوگ سمجھتے ہیں (کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے) شرم و حیات ترک کر اور میرے پاس بیٹھ تاکہ لوگوں کی بدگمانی جائے۔(۵)

اس منتخب ترجمے میں ظہیر صدیقی کے ترجمے کا اسلوب بھی قائم رہتا ہے اور وہ بڑے مدلل انداز میں اشعار کے معانی و مفاہیم بتاتے ہیں۔

(ii) یادگارِ غالب (مع فارسی متن و ترجمہ) کا ایک نیا ایڈیشن غالب اکیڈمی، نئی دہلی سے 2011ء میں شائع ہوا۔

مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی کتاب میں غالب کے بہت سے فارسی اشعار شامل کیے ہیں لیکن ان تمام فارسی اشعار کی وضاحت اور تشریح نہیں کی ۔ جدید ایڈیشن میں نسیم احمد عباسی نے فارسی اشعار کے علاوہ، نثری فقروں کا بھی ترجمہ کیا ہے۔ اس وقت ہم فارسی غزلیات کے تراجم پر بحث کر رہے ہیں۔ نسیم احمد عباسی کا ترجمہ لفظی ہے اور جن غزلیات کی شرح حالی نے نہیں لکھی نسیم احمد عباسی نے سادہ اور رواں انداز میں ان کا ترجمہ کیا ہے ۔ اس ترجمے میں طباعت کی غلطیاں موجود ہیں ۔ اس کے علاوہ بعض مقامات پر اصل فارسی شعر کتاب میں بھی شامل نہیں ہے اور نسیم احمد عباسی کا ترجمہ کسی دوسرے شعر کی ذیل میں شامل کیا گیا ہے۔ اس ترجمے کے صفحہ نمبر 264 میں پہلے دو شعر کی ذیل میں جو ترجمہ درج ہے۔ وہ دراصل ان اشعار کا ترجمہ نہیں ہے چوں کہ حالی نے مذکورہ اشعار کی ذیل میں وضاحت پیش کی ہے۔

بیا　تا　قاعدہَ　آسمان　بگردانیم
قضا　بگردشِ　رطل　گران　بگردانیم

"فرض کرو اگر آسمان اور زمین کو ملا دیا جائے اور میں اس میں پس جاؤں تو حاشا اگر میری ابرو پر خم بھی آئے۔"

بگوشہ　بنشینیم　و　در　فراز　کینم
بکوچہ　بر　سرِ　راہ　پاسبان　بگردانیم

"میں اسی دنیا کا آدمی ہوں لیکن اصل دنیا سے بے تعلق اس طرح الگ تھلگ پڑا ہوں جیسا کہ تسبیح کے دانوں میں امام کہا جانے والا دانہ کہ تسبیح کے دانوں میں اس کی گنتی نہیں ہوتی۔"(۶)

ان مذکورہ بالا اشعار کی ذیل میں مترجم کا جو ترجمہ درج کیا گیا ہے وہ ان اشعار کا ترجمہ نہیں ہے اور غلطی سے یہ ترجمہ یہاں درج ہوا ہے کیونکہ خود مولانا حالی نے ان اشعار کی وضاحت کی ہے جس کے باعث ترجمے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔

قصائد:

غالب کے فارسی قصائد کے تراجم میں نقش ہائے رنگ رنگ (ڈاکٹر صابر آفاقی) فارسی بیں غالب کا منتخب فارسی کلام مع ترجمہ (شریف حسین قاسمی)، غالب کی فارسی شاعری میں شامل غالب کے مدحیہ قصائد کی تنقیدی جائزہ اور اردو ترجمہ (تنویر احمد علوی) اور نسیم احمد عباسی کے اردو نثری تراجم جو یادگار غالب کے تازہ ایڈیشن 2011ء میں شامل ہیں اہمیت کے حامل نظر آتے ہیں۔

(i) غالب کے تمام قصائد کے اردو تراجم میں ڈاکٹر صابر آفاقی پہلے وہ مترجم ہیں جنھوں نے ان تمام قصائد (۱۷) کا نثری ترجمہ کیا ہے، جہاں تک میرے علم میں ہے ان کے علاوہ کسی اور مترجم نے تمام قصائد کا ترجمہ نہیں کیا۔ صابر آفاقی نے اپنے مقدمے میں غالب کے فارسی قصائد کی خصوصیات بیان کی ہیں اور ان کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ وہ ان قصائد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"فنی لحاظ سے دیکھائے جائے تو غالب کے قصائد فصیح و بلیغ فارسی میں ہیں اور تمام صناءع و بداءع کا مرقع بھی، تشبیہات کی فراوانی اور تنوع غالب کے قصیدے کی بڑی خصوصیت ہے جس کی بدولت وہ اپنے قصیدے میں رنگ آمیزی اور میناکاری کرتے ہیں۔ غالب نے قصائد میں جدید ترکیب سازی کی ہے جس پر تحقیق کرنے کی ضرورت ہے یہ قصائد مختصر بھی ہیں اور طویل بھی، غالب نے خصوصی طور پر تین تہذیبوں کا مطالعہ کیا ہوا تھا۔ چنانچہ ان کے قصائد میں اگر ایک طرف اسلامی تہذیب کی علامتیں استعمال کی ہیں تو دوسری طرف ایران وہند کی قدیم تہذیب و ثقافت اور فکر و دانش کی ترجمانی بھی ہے۔ اس طرح انھوں نے اپنے عقائد کے آئینے میں تینوں تہذیبوں کے نقش و نگار دکھادیے ہیں۔"(۷)

غالب نے اپنے قصائد میں مشکل اور مغلق فارسی الفاظ اور تراکیب بھی استعمال کی ہیں۔ اس لیے ان قصائد کو جب دوسری زبان میں منتقل کرنا چاہیں تو ان الفاظ اور تراکیب کی زیادہ وضاحت کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ڈاکٹر محمد حسن حائری نے اپنی کتاب ''سومناتِ خیال'' مشکل اور دقیق الفاظ کی وضاحت کرنے کے لیے تعلیقات و حواشی کا اہتمام کیا ہے۔ اب ہمارے مترجمین کا فرض بنتا ہے کہ وہ بھی ان الفاظ اور اصطلاحات کے لغوی معانی درج کریں تا کہ ترجمے میں ابہام اور پیچیدگی پیش نہ آئے۔ اردو تراجم کے سلسلے میں پہلے ڈاکٹر صابر آفاقی کے ترجمے کا تنقیدی جائزہ پیش کریں گے۔

اس ترجمے میں ڈاکٹر صابر آفاقی نے کوشش کی ہے کہ مرزا غالب کے فارسی قصائد کا لفظی ترجمہ کریں اور مطلب کو سادہ اور رواں پیرائے میں بیان کریں۔ غالب کے فارسی قصائد میں مشکل الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں اور کہیں کہیں شاعر نے اپنے اشعار میں مغلق الفاظ اور مبہم استعارات اور تشبیہات کے ذریعے فہم سخن مشکل بنا دیا ہے۔ جب مترجم شاعر کے اصل مطلب اور مدعا تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہوتا ہے تو بعض مقامات پر وہ اشعار کے ترجمے سے دوری اختیار کرتا ہے یا اگر ان مشکل اور پیچیدہ اشعار کا ترجمہ کرتا ہے تو اس سے غلطی صادر ہوتی ہے۔ یہ غلطیاں دوسرے قصیدے کے ترجمے میں زیادہ ہیں اور مترجم نے بعض اشعار کے ترجمے سے اجتناب کیا ہے، دوسری اہم بات یہ ہے کہ صابر آفاقی نے اپنے ترجمے میں اصل فارسی اشعار شامل نہیں کیے اس لیے ہم تراجم کا اصل فارسی اشعار کے ساتھ آسانی سے موازنہ نہیں کر سکتے۔

اشعار غلط پڑھنے سے بعض دفعہ الفاظ کے معانی بدل جاتے ہیں۔ ایک نعتیہ قصیدے کے اردو ترجمے میں بھی صابر آفاقی نے ایک فارسی شعر کا غلط ترجمہ کیا ہے، دراصل صابر آفاقی نے فارسی شعر کو وزن میں نہیں پڑھا اور ''کَفَش'' کا لفظ ''کَفش'' پڑھ کر پورے شعر کا معنی غلط نکلا ترجمہ اصل شعر کے ساتھ دیکھیے:

تو وکلیم و کَفَش اجر آستان روبی
تو و مسیح و دَمَش اجرت هوا داری (۸)

صابر آفاقی کا اردو ترجمہ:

''آپ (ص) کی اور موسیٰ کلیم کے نعلین کی نسبت ایسی ہے جیسے در مبارک پر جھاڑو دینے کی زحمت آپ کا اور مسیح کے دم کا معاملہ ایسا ہے جیسے پنکھا جھلانے کی ضرورت۔'' (۹)

اس شعر میں غالب نے معروف و مشہور تاریخی تلمیحات یعنی حضرت موسیٰ (ع) اور حضرت عیسیٰ (ع) کے معجزات کا ذکر کیا ہے۔ ''کلیم و کفش'' سے مراد ید بیضا ہے اور ''مسیح و دمش'' سے حضرت عیسیٰ (ع) کی روح پرور سانس جس کے ذریعے مردہ اور بے روح جسموں میں جان اور روح پڑ جاتی تھی اور وہ لوگ دوبارہ زندہ ہو جاتے تھے۔ یہاں صابر آفاقی نے ''کفش'' پڑھ کر ''نعلین'' ترجمہ کیا ہے۔

اس ترجمے میں جو ایک کمی شدت سے ہ میں محسوس ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مترجم کو چاہیے کہ وہ مشکل الفاظ کے لغوی اور لفظی معانی بتا دیتا اور قصائد کی مزید تشریح کرتا تا کہ مطلب پوری طرح قاری کو ذہن نشین ہو جاتا۔ ہر چند مذکورہ

نعتیہ قصیدے میں ہمیں تھوڑی سی پیچیدگی نظر آتی ہے لیکن صابر آفاقی نے الفاظ کے اصل معانی و مفاہیم تک رسائی حاصل کرنے میں بڑی دیدہ ریزی سے کام لیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک لفظ "گاوخراس" کا انھوں نے "رہٹ" ترجمہ کیا ہے۔ یہ لفظ ایرانی شعرا کے اشعار میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن آج کل کی فارسی مین یہ ایک متروک لفظ شمار کیا جاتا ہے۔ "گاوخراس" کا مطلب وہ چکّی ہے جو بیل یا بھینس کے ذریعے گھمائی جاتی ہے اور یہ ایک ایسی روایت تھی جو مدتوں تک ایران کے اکثر دیہاتوں میں بھی رائج تھی۔

غالب کے فارسی قصائد میں پرانے الفاظ اور تراکیب کا ایک خزانہ چھپا ہوا ہے جس کی مزید وضاحت کی ضرورت ابھی باقی ہے اور اگر ان کی لغت تیار کر لی جائے تو اس سے ہمیں غالب کی فارسی دانی اور ان کے فارسی الفاظ اور تراکیب و اصطلاحات پر عبور کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔ غالب نے نہ صرف انگریز حکام اور عمائدین کی مدح وستائش میں بھی قصائد لکھے، یہ قصائد عہد غالب کے ثقافتی ورثے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صابر آفاقی اپنے ترجمے کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

> "میرا یہ ترجمہ نہ اتنا لفظی ہے کہ بے مزہ ہو جائے اور نہ ہی اس قدر بامحاورہ ہے کہ اگر کوئی آدمی اسے اصل سے ملا کر سمجھنا چاہے کو ایسے مشکل پیش آئے۔ ان دونوں باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ میں قاری کی راہنمائی غالب کی گنجینۂ معنی تک کر دوں۔۔۔ غالب کے کلام میں معانی کا تہ در تہ سلسلہ ملتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ بعض اشعار کا ترجمہ کرتے وقت میرا ذہن اصل مفہوم تک نہ گیا ہو۔ مجھے اپنی علمی کم مائیگی اور ذہن کی نارسائی کا اعتراف ہے۔"(10)

ڈاکٹر صابر آفاقی نے اپنے الفاظ میں اپنے عجز و انکسار کا اظہار کیا ہے، ہر چند ترجمے میں ہمیں چند غلطیاں نظر آتی ہیں لیکن صابر آفاقی کی بڑی ہمت اور دریا دلی ہے کہ انھوں نے اس مشکل کام کو اپنی محنت اور دیدہ ریزی سے سرانجام دیا اور اپنی کوتاہیوں کا بھی اظہار کیا۔ وہ ترجمے کو اس سے بہتر اور اعلیٰ بنا سکتے تھے شاید قلّت وقت کے باعث مہلت نہ ملی ہو، مجموعی طور پر صابر آفاقی کا ترجمہ دوسرے تراجم کی بہ نسبت زیادہ واضح ہے اور اصل الفاظ اور تراکیب کے صحیح معانی و مفاہیم تک رسائی حاصل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے جس سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔

(ii) شریف حسین قاسمی اکثر قصائد کے منتخب اشعار کا ترجمہ کیا ہے، ان تراجم کے مختلف قصیدے شامل ہیں۔ انگریزی حکام اور افسروں کی مدح وستائش، بادشاہ سراج الدین ظفر اور مغل شہزادوں کی مدح سرائی، ان قصائد کے علاوہ منقبتیہ قصائد کا ذکر ضروری ہے جو غالب نے ائمہ اطہار کی منقبت میں لکھے اور ان قصائد میں ائمہ اطہار سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ شریف حسین قاسمی نے تراجم میں حواشی اور تعلیقات کا اہتمام نہیں کیا ہے لیکن اس ترجمے میں میں جو خوبی نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر شعر کا مطلب بڑے سادہ اور رواں انداز میں سمجھایا گیا ہے نیز اصل فارسی اشعار بھی درج کیے گئے ہیں۔ شریف حسین قاسمی خود فارسی ادب کے ممتاز استاد ہیں اور ایران اور ہندوستان میں فارسی ادب کی خدمات سرانجام دینے میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ شریف حسین قاسمی نے مولانا حالی کی "یادگارِ غالب" کا بھی فارسی ترجمہ

کیا ہے اور اہل ایران اور فارسی ادب سے شغف رکھنے والوں کے علم میں اضافہ کیا ہے۔ غالب نے ایک قصیدہ نواب کلب علی خاں کی مدح لکھی ہے اور اس میں انھوں نے داستان امیر حمزہ کے مختلف کرداروں کا حوالہ دیا ہے۔ شریف حسین قاسمی نے اس قصیدے کے ترجمے میں بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں اور امیر حمزہ کی داستانی روایت سے اپنی عدم واقفیت کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ یہ ایک منتخب ترجمہ ہے اور اصل فارسی اشعار کی املا میں ہ میں غلطیاں نظر آتی ہیں جس کے باعث ایسی صورت پیش آجاتی ہے کہ مترجم پورا قصیدہ نہیں پڑھ پاتا اور مجبوراً صرف منتخب اشعار کے ترجمے پر زور دیتا ہے۔ اگر شریف حسین قاسمی نے پورا قصیدہ پڑھ لیا ہوتا تو شاید ان سے غلطی سرزد نہ ہوتی۔ جب ہم ان کے ترجمے کا ڈاکٹر صابر آفاقی کے ترجمے کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صابر آفاقی تمام الفاظ کے لفظی معانی سے نہ صرف بخوبی آشنا ہیں بلکہ غالب کے مشکل اور مغلق الفاظ سے شریف حسین قاسمی کے مقابلے میں زیادہ واقفیت رکھتے ہیں۔ شریف حسین قاسمی اصل فارسی شعر پڑھنے میں اکثر غلطی کے شکار ہوئے ہیں۔

رموزِ حمزہ فروہل خُمش نشین غالب

چرا مرابہ سخن ھای ہرزہ آزاری

حمزہ: رمل کی سولہ شکلوں میں سے ایک شکل کا نام، رمل وہ علم ہے جس سے غیب کے حالات دریافت کرتے ہیں۔ ہرزہ: لغو باتیں

غیب کی باتیں کرنا چھوڑ، خموش بیٹھو، مجھے کیوں لغو باتیں سے پریشان کرتے ہو۔(۱۱)

شریف حسین قاسمی نے "رموز حمزہ" کو "رموزِ حُمزہ" پڑھا اور اس لفظ کا ایک اور معنی اپنے ذہن میں تلاش کیا۔ اس ترجمے میں نیر مسعود نے قصائد کا انتخاب کیا ہے اور شریف حسین قاسمی نے ترجمہ کیا ہے لیکن مترجم نے اتنی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ اصل قصیدہ پڑھ لے اور لفظی معانی سمجھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ یہاں ترجمے کے ایک بنیادی اصول کی طرف آپ کی توجہ مرکوز کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ شعر یا فن پارے کے ترجمے میں صرف لفظی مطلب پر زور دینے سے کبھی اچھا ترجمہ سامنے نہیں آتا کیونکہ بعض اوقات ایک لفظ کے دو معانی ہمارے سامنے ہوتے ہیں، ایسی صورت میں پورا متن پڑھنے سے ہی مترجم کو اصل معنی و مطلب کا پتا چلتا ہے۔ اب دیکھیے کہ ڈاکٹر صابر آفاقی نے کس طرح اصل معنی و مطلب سمجھایا ہے:

"غالب اب داستان حمزہ چھوڑ کر آرام سے بیٹھ جا، تو مجھے فضول باتوں سے کیوں ستا رہا ہے۔"

(12)

(iii) نسیم احمد عباسی اور تنویر احمد علوی نے بھی غالب کے فارسی قصائد کا ترجمہ کیا ہے، نسیم احمد عباسی نے "یادگارِ غالب" میں شامل قصائد کے ترجمے میں لفظی ترجمہ کا سہارا لیا ہے اور بڑے آسان اور رواں اسلوب میں معانی سمجھانے کیکوشش کی ہے، میں نے ان کے تراجم کو بغور پڑھا، ان تراجم میں مجھے غلطی نظر نہیں آئی، البتہ یہ بات پیش نظر رہے کہ انھوں نے صرف مختصر اور منتخب اشعار کا ترجمہ کیا ہے جبکہ صابر آفاقی نے جو ترجمہ کیا ہے وہ راقم الحروف کے نزدیک دوسروں کے لیے مدد و معاون ثابت ہو سکتا ہے اور اس سے بھرپور استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

(iv) فارسی قصائد کے نثری تراجم میں تنویر احمد علوی نے ایک اور اضافہ کیا ہے، انھوں نے اپنی کتاب "غالب کی فارسی شاعری" میں غالب کے فارسی قصائد کا تعارفی اور تنقیدی مطالعہ کیا ہے، فارسی قصائد کے حوالے سے اپنے خیالات اور افکار بیان کیے ہیں اور خوبیوں اور خامیوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

تنویر احمد علوی نے فارسی قصائد کے ترجمے میں نثر پیرائے میں قصائد کا ترجمہ کیا ہے، لیکن ان کا یہ ترجمہ لفظی اور لغوی ترجمہ نہیں ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ جو مفہوم ان کے ذہن میں آیا وہ اسے بیان کر دیتے ہیں۔ یہ منتخب قصائد کے تراجم پر مشتمل ہے اور جو طریقہ تنویر احمد علوی نے اپنایا ہے وہ یہ ہے کہ قصیدے کا تعارف و تنقید پیش کی ہے اور اس کے بعد منتخب اشعار کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ بعض مقامات پر فارسی اشعار شامل کیے بغیر ان کے تراجم شامل کیے ہیں۔ غالب نے ایک قصیدہ "در تھنیت غسل صحت نواب یوسف علی خاں" کے عنوان سے نظم کیا جس میں مشکل الفاظ بھی شامل ہیں۔ تنویر احمد علوی اس قصیدے کے اجنبی اور نامانوس الفاظ اور ان کے معانی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ان اشعار میں 'زریر' کا لفظ بھی آیا ہے جو بہت ہی اجنبی لفظ ہے۔ 'دے مہی' جیسی ترکیب بھی ہے اور 'معزّبم' جیسا ایک عربی لفظ ہے جس کو 'م' کے ساتھ ترکیب دیا گیا ہے (اصل لفظ 'معذّب') بمعنی مبتلائے عذاب۔ اس قصیدے میں جو شعر آئے ہیں، ان میں 'باشدش' اور 'گرددش' جیسی فارسی ترکیبیں بھی ہیں۔ اور 'ہجر' اور 'زاوش' جیسے غریب الفاظ بھی ہیں۔ اسی ذیل میں ہم "گلجامش" کو بھی رکھ سکتے ہیں، جو قدیم عراقی تہذیب کی ایک کہانی کا ہیرو ہے۔" (13)

تنویر احمد علوی نے جن تراکیب اور الفاظ کا حوالہ دیا ہے ان میں سے بعض ایسے ہیں جو فارسی شاعری میں مستعمل ہیں۔ مثال کے طور پر "باشدش"، "گردش"، "گلجامش" کے آخر میں جو ضمائر موجود ہیں وہ ضمائر متصل سے تعبیر کیے جاتے ہیں جو کسی اسم یا فعل کے آخر میں استعمال ہوتے ہیں اور فارسی زبان میں یہ طریقہ اب بھی مستعمل ہے، اس کے علاوہ تنویر احمد علوی نے "معزّبم" کی ترکیب پر اعتراض کیا ہے لیکن فارسی زبان میں ایسے بہت سے عربی الفاظ ہیں جو فارسی ضمائر کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں اور یہ خود زبان کے ذخیرۂ الفاظ میں شامل ہیں اور ان کو فارسی ضمائر کے ساتھ استعمال کرنے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ اس کے علاوہ "دے مہی" کی ترکیب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو دراصل "دے" ایرانی کلینڈر میں سردیوں کا دوسرا مہینہ ہے اور اس ترکیب میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔

تنویر احمد علوی نے اس قصیدے میں اجنبی اور غریب الفاظ کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں "زریر"، "زاوش" اور "گلجامش" کا ذکر آیا ہے لیکن تنویر احمد علوی سے "گلجامش" کی وضاحت میں غلطی ہوئی۔ یہ لفظ عراقی تہذیب کی ایک کہانی کا ہیرو نہیں۔ گھروں اور حمام خانوں میں جو رنگین شیشے لگائے جاتے ہیں ان کو "گل جام" کہتے ہیں۔ صابر آفاقی نے اس شعر کا یوں ترجمہ کیا ہے:

حمام خاص بنگر و گلجامش آسمان
و آنرا سفید کردہ فروغ مہ منیر

ترجمہ: حمام خاص کو دیکھیے اور کپڑے لٹکانے کی جگہ "گل جامہ" کو آسمان کہے جیسے چاندنی چمکاتی ہے۔"(14)

یہاں بھی ڈاکٹر صابر آفاقی اصل مطلب و مفہوم تک نہیں پہنچے شعر کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کا خاص حمام نواب یوسف علی خان کے لیے ہے جس کا رنگین شیشہ آسمان ہے اور چاندنی کی روشنی سے اس رنگین شیشے کو چمکدار اور سفید بنایا ہے اور اس کی رنگینی ختم ہوئی ہے۔ دوسرے لفظ "زاوش" کا مطلب مشتری سیارہ ہے جس کا دوسرا نام برجیس ہے اور "زریر" کی وضاحت کے لیے غالب کا فارسی شعر ڈاکٹر صابر آفاقی کے اردو ترجمے کے ساتھ ملاحظہ ہو:

بعد اشکِ چشم من ز گداز جگر بقم
زا نسانکہ بود گونہَ رویم زغم زریر

ترجمہ: جگر کے پگھلنے سے میرا آنسو مجیٹھ کی سرخ لکڑی بن گیا ہے۔ میرے رخسار غم کے باعث زرد رنگ کی لکڑی (زریر) کی طرح ہیں۔(15)

مثنویات:

(i) ظ۔ انصاری نے غالب کی گیارہ مثنویوں کا نثری ترجمہ کیا ہے جن میں "سرمہَ بینش"، 'چراغِ دیر"، "باد مخالف"، "بیاں نمو داری شانِ نبوت و ولایت"، 'تقریظ آئین اکبری"، "ابر گہر بار" سرفہرست ہیں۔ ظ۔ انصاری پہلے مترجم ہیں جنھوں نے غالب کی گیارہ مثنویوں کا یکجا ترجمہ کیا ہے اور منتخب اشعار کے ترجمے سے اجتناب کیا ہے، انھوں نے کوشش کی ہے کہ کم سے کم الفاظ میں اشعار کے مطالب و معانی سمجھائیں اور طوالت سے حتی الامکان اجتناب کریں، بعض مقامات پر ظ۔ انصاری اشعار کے اصل مفاہیم و معانی تک رسائی حاصل کرنے میں بے بس ہیں۔ مثال کے طور پر "چراغِ دیر" کے بعض اشعار کے ترجمے میں مترجم نے ترجمے کا حق پورا نہیں کیا اور جزوی مطلب اور مختصر الفاظ پر اکتفا کیا ہے۔

چو خود را جلوہ سنج ناز خواہم
ہم از حق فضلِ حق را باز خواہم

ترجمہ: جب میرا دل چاہتا ہے کہ ناز کروں تو فضل حق (خیر آبادی) سے ملنے کی دعا کرتا ہوں۔(16)

ڈاکٹر حنیف نقوی اپنی کتاب "غالب کی چند فارسی تصانیف" اس شعر کی یوں وضاحت کرتے ہیں اور شاعر کے اصل مفہوم و مطلب کو بڑے سادہ اور رواں پیرائے میں بیان کرتے ہیں۔

"شعر کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ جب میں خود کو کسی کے جلوہَ ناز کا زیر بارِ احسان دیکھنا چاہتا ہوں یعنی جب میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی دوست کے ناز اٹھاؤں تو معاً خدا سے یہ دعا کرتا ہوں کہ مولانا فضلِ حق کو پھر مجھ سے ملا دے۔"(17)

جہاں مترجم اشعار کا ترجمہ کرتا ہے تو اُسے غلطیوں سے کوئی گریز نہیں اور ظ۔ انصاری بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہے، ظ۔ انصاری کے ترجمے کی ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ مختصر اور موجز انداز میں اشعار کا نثری ترجمہ موجود ہے اور وہ وضاحت اور تشریح سے کام نہیں لیتے۔

(ii) یہاں ایک اہم موضوع کی طرف اشارہ کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر حنیف نقوی کے ایک مضمون ''مثنوی چراغ دیر کے دو ترجمے'' کے زیر عنوان علی سردار جعفری اور کالی داس گپتا رضا کے نثری تراجم کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ علی سردار جعفری کا ترجمہ ''سومناتِ خیال'' کے نام سے اردو مرکز عظیم آباد پٹنہ سے 1997ء میں شائع ہوا اور کالی داس گپتا کا ترجمہ جون 1999ء میں سامنے آیا۔ جیسا کہ حنیف نقوی نے کہا ہے، سردار جعفری اس بات کی توثیق کرتے ہیں کہ انھوں نے ماہر غالبیات کالی داس گپتا سے اس مثنوی کے ترجمے میں استفادہ کیا ہے۔ استفادے کی نوعیت کس طرح ہے تو جب دونوں مترجمین کے نثری تراجم کو اصل اشعار کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں۔ بعض اشعار کے ترجموں میں یکسانیت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور یہ بات بڑی حد تک حیرت انگیز ہے۔ اس طرح کی مماثلت اور ہم آہنگی اور مشابہت کو بھلا کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ میں اس حوالے سے کوئی رائے نہیں دے سکتا کیوں کہ وہ دونوں بڑے دانشور اور شاعر ہیں اگر قارئین خود فیصلہ کریں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

بہ لطف از موجِ گوہر نرم روتر
بہ ناز از خونِ عاشق گرم رو تر

جعفری: وہ لطافت میں موجِ گہر سے بھی زیادہ نرم رو ہیں اور ناز و افتخار میں خونِ عاشق سے بھی زیادہ گرم رو

رضا: وہ لطافت میں موجِ گوہر سے زیادہ نروم رو ہیں اور ناز و افتخار میں خونِ عاشق سے زیادہ گرم رو۔

بہ تن سرمایۂ افزائشِ دل
سراپا مژدۂ آسائشِ دل

جعفری: ان کے بدن دل بڑھانے کا سرمایہ ہیں اور سر سے پاؤں تک راحتِ دل کا مژدہ ہیں۔

رضا: ان کے بدن دل بڑھانے کا سرمایہ ہیں اور سر سے پاؤں تک راحتِ دل کا مژدہ ہیں۔ (18)

حنیف نقوی نے اپنے مضمون میں صرف ستائیس اشعار کے تراجم کی نشان دہی کی ہے جن میں مماثلت اور مشابہت پائی جاتی ہے۔ دوسرے اشعار کے تراجم درج نہیں کیے ہیں اور ان دونوں مترجمین کے تراجم کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے اور اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

'''چراغِ دیر' میں کل ایک سو آٹھ اشعار ہیں ان میں سے صرف ستائیس شعر یہاں پیش کیے گئے ہیں جو کل تعداد کے ایک چوتھائی ہیں۔ کم و بیش اتنے ہی اشعار اور ہوں گے جن کے ترجمے بہ قدر نصف یکساں ہیں اور باقی نصف میں لفظوں کا جو پھیر بدل ہے، وہ صاف طور پر

پھیر بدل معلوم ہوتا ہے۔ نظم میں یہ کیفیت پائی جائے تو اسے توارد سے تعبیر کرکے دامن بچالیا جاتا ہے۔ نثر میں یہ صورت رونما ہو تو اسے کیا نام دینا مناسب ہوگا، یہ فیصلہ قارئین پر چھوڑا جاتا ہے۔"(19)

(iii)ڈاکٹر ظہیر صدیقی نے بھی اپنی کتاب "نقش ہائے رنگ رنگ" میں غالب کی پانچ مثنویوں کے منتخب اشعار کے تراجم کو بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ظہیر صدیقی نے بعض اشعار کا مختصر انداز میں ترجمہ کیا ہے یا کہ اس مصرع کا ترجمہ موجود نہیں ہے۔ بعض مقامات پر واضح طور پر بات سامنے آتی ہے کہ مترجم غالب کے اصل معنی و مفہوم تک پہنچنے سے قاصر ہے:

تبسم بسکہ در لبہا طبیعیست
دہن ھا رشک گلھای ربعیست

"ان کے لبوں کا تبسم بالکل فطری ہے اس لیے ان کے دہن گل ہائے بہار ہیں۔"(20)

یہاں ظہیر صدیقی نے دوسرے مصرع کا مطلب غلط بیاں کیا ہے، دراصل شاعر یہ بتانا چاہ رہا ہے کہ ان مہ جبینوں کے ہونٹوں پر تبسم بالکل فطری اور زندہ نظر آتا ہے اور یوں موسم بہار کے پھولوں کو ان کے خوبصورت ہونٹوں (مسکراہٹوں) پر رشک آتا ہے۔ یہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مترجم معنی و مفہوم منتقل کرنے میں بھی کامیاب نظر نہیں آتا اور سرسری انداز میں اشعار کے ترجمے پر اکتفا کرتا ہے۔

(iv)یونس جعفری نے غالب کی فارسی مثنویوں کا نثری ترجمہ کیا ہے، یونس جعفری کا یہ ترجمہ لغوی اور لفظی ترجمے کی ذیل میں آتا ہے۔ انھوں نے پہلے ہر شعر کے مشکل الفاظ و تراکیب کے لغوی اور لفظی معانی بتائے ہیں پھر اس شعر کا لفظی مطلب مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے، بعض مقامات پر اگر شعر کسی خاص واقعے کی طرف اشارہ کرتا ہے تو اس کی ذیل میں انھوں نے وضاحتی الفاظ پیش کیے ہیں۔ اس ترجمے سے یہ فائدہ ہوگا کہ وہ لوگ جو فارسی شعر و ادب سے تھوڑی سی واقفیت رکھتے ہیں ان الفاظ اور لغات کے معانی و مفاہیم سے اشعار بخوبی سمجھتے ہیں، لیکن اس ترجمے میں جو کمی محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مترجم نے زیادہ وضاحت سے کام نہیں لیا بلکہ حسب ضرورت اپنے ترجمے میں تشریح و توضیح کی ہے۔

یونس جعفری بعض اشعار کے ترجمے میں شعر کا صحیح مطلب و مفہوم بیان نہیں کرسکتے، مثنوی "درد و داغ" میں ایک شعر کا یوں ترجمہ کیا ہے:

تشنۂ عرضِ سخن آمد فغان
گشت بیان ھا بہ سخن تر زبان

اظہار بیان کا پیاسا آہ وزاری کرنے لگا اور بیان زبان آوری سے دل پذیر ہو گئے۔(21)

یہ ترجمہ مبہم اور بعید از فہم ہے اور قاری شاعر کے اصل مفہوم و معنی تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔ ظ۔ انصاری نے مذکورہ بالا شعر کا یوں ترجمہ کیا ہے:

"فریاد نے اپنی مراد عرض کرنی چاہی اور بات زبان پر آئی سخن سے تینوں تر زبان ہو گئے۔"

(۲۲)

اس طرح کا ایک اور شعر ترجمے کے ساتھ دیکھیے جس میں یونس جعفری نے شعر کا اصل مطلب بیان کرنے سے قاصر ہیں:

گشت ہراسان و عنان در گسیخت

آبِ رخِ برق بہ جولان بریخت

وہ سہم گیا اور لگام بڑا کر سرپٹ دوڑا۔ اس نے بجلی کی چمک کا پانی (سرعت) اپنی تگ و تاز (تگ ودو) پر چھڑکا۔(23)

اس شعر کا ظ۔ انصاری نے بھی ترجمہ کیا ہے لیکن اصل مطلب و مقصود سے زیادہ قریب نہیں ہے:

"خوف سے گھبراہٹ میں اس نے لگٹٹ گھوڑا دوڑا لیا، اور اس تیزی سے دوڑا کہ بجلی کو بھی پسینہ آ جائے۔"(24)

(v) یادگارِ غالب تازہ ایڈیشن 2011ء میں شامل مثنویوں کا ترجمہ نسیم احمد عباسی نے کیا ہے۔ نسیم احمد عباسی کے منتخب تراجم میں جو خوبی زیادہ نمایاں نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ انھوں نے مثنوی کے ربط و تسلسل کو نہیں توڑا اور شعر بہ شعر ترجمہ کرنے کا طریقہ نہیں اپنایا۔ ان کا یہ طریقہ دوسرے مترجمین کے تراجم سے اس لیے ہ میں ممتاز نظر آتا ہے کہ ترجمہ تسلسل کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جارہا ہے اور بیچ میں کوئی وقفہ پیش نہیں آتا۔ مثنوی خود ایک بیانیہ صنفِ سخن ہے اور نسیم احمد عباسی نے داستانی اور روایتی انداز اپناتے ہوئے منتخب حصوں کا نثری اور معنائی ترجمہ پیش کیا ہے۔ نسیم احمد عباسی کے علاوہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے تقریباً یہی انداز اپنایا ہے۔ تنویر احمد علوی نے اپنی کتاب میں پہلے مثنویوں کا تعارف و تنقید پیش کیا ہے اور ضرورت کے پیش نظر مختلف حصوں کا ترجمہ کیا ہے۔ انھوں نے جس مثنوی پر اپنا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے ۔ اس مثنوی سے متعلق تاریخی واقعات اور حالات پر سیر حاصل بحث بھی کی ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ زیادہ تنقیدی اور تشریحی انداز کا ہے۔

قطعات

(i) یونس جعفری نے غالب کے منتخب قطعات کا اردو نثری ترجمہ کیا ہے۔ ان فارسی قطعات کا انتخاب نیر مسعود نے کیا ہے، یونس جعفری نے پہلے مشکل الفاظ و تراکیب کے معانی بتائے ہیں اور اس کے بعد ہر شعر کو مختصر الفاظ میں ترجمہ کیا ہے۔ ان فارسی قطعات میں وہ فارسی قطعہ بھی ہے جسے غالب نے اپنی پالتو بلّی کے وصف میں لکھا ہے۔ ان قطعات کے علاوہ یونس جعفری نے غالب کے مرثیوں اور نوحوں کا بھی ترجمہ کیا ہے۔ جنھیں غالب نے شہدائے کربلا کی تعزیت میں لکھا ہے۔ ان تراجم میں وہ قطعات بھی شامل ہیں جن میں کسی عمارت یا کسی شخص کی ولادت یا کسی واقعے کی تاریخ موجود ہے۔ غالب نے ایک قطعہ زین العابدین کی شان میں لکھا، اس قطعے کی اہمیت کے پیش نظر یونس جعفری نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ ایک قطعہ نواب مصطفی خاں شیفتہ (حسرتی) کی ستائش میں ہے جس سے اس بات کی توثیق ملتی ہے کہ خواجہ حالی کسی

مسئلے پر غالب سے رنجیدہ خاطر ہوئے اور غالب کی خواہش تھی کسی نہ کسی طریقے سے مصطفی خاں شیفتہ کے توسط سے ان دونوں کی صلح صفائی ہو جائے۔

(ii) یونس جعفری کے علاوہ تنویر احمد علوی نے بھی فارسی قطعات کا ترجمہ کیا ہے لیکن تنویر احمد علوی نے متفرق اور منتشر شکل میں ان قطعات کا اردو ترجمہ پیش کیا ہے۔ تنویر احمد علوی نے غالب کے فارسی قطعات کے تعارفی اور تنقیدی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور حسبِ ضرورت فارسی اشعار درج کر کے ان کا ترجمہ کیا ہے۔

(iii) علوی کے علاوہ نسیم احمد عباسی نے بھی یادگار غالب میں شامل فارسی قطعات کا منتخب ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے مفید ثابت ہو گا۔ مجھے ان قطعات کا ترجمہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ایک مقام پر ان کی فاش غلطی نظر آئی جہاں نسیم احمد عباسی شعر غلط پڑھنے کے باعث غلطی سے دوچار نظر آتے ہیں۔ اس شعر کا ترجمہ دیکھیے:

ایا زیان زدہ غالب کہ از حدیقہ بخت
نمی رسد ز تو خار و خسی زھیچ سبیل

ترجمہ: غالب نے اب عورتوں کا سا کالا نقاب پہن لیا ہے کہ قسمت کے باغ سے تیری جانب سے کسی بھی طور اسے ایک تنکا تک نہیں پہنچتا۔ (25)

یہاں مترجم نے شاید ''زیان'' کو ''زنان'' پڑھا ہو گا اور بے چارہ، مسکین شاعر کے منہ پر کالا نقاب ڈالا، اس شعر میں کہیں عورت اور نقاب کا ذکر نہیں ہے بلکہ شعر غلط پڑھنے سے یہ غلطی صادر ہوئی ہے۔ اس شعر کا اصل مطلب یہ ہے اے غالب تمھیں اتنا نقصان پہنچا ہے کہ قسمت اور نصیب کے باغ سے تمھیں ایک تنکا سا فائدہ بھی نہیں پہنچتا اور تم محروم اور مفلس ہو۔ اصل شعر میں بھی تھوڑی سی تبدیلی نظر آتی ہے، اصل شعر کلیاتِ غالب فارسی، مرتبہ سید مرتضیٰ فاضل لکھنوی میں یوں درج ہوا ہے:

ایا ، زیان زدہ غالب! کہ از حدیقۂ بخت
نمی رسد بتو خار و خسی زھیچ سبیل (26)

ترکیب بند:

غالب کے دو مشہور ترکیب بندوں کے اردو نثری تراجم ہ میں ملتے ہیں۔ پہلا وہ ترکیب بند ہے جسے غالب نے زمانۂ اسیری میں نظم کیا اور ''زندان نامہ'' کے نام سے مشہور ہوا اور کئی عرصے تک ان کی کلیات میں شامل نہ رہا اور دوسرا ترکیب بند وہ ہے جسے غالب نے بہادر شاہ ظفر کے بیٹے فرخندہ شاہ کی وفات پر لکھا۔ مولانا حالی نے ''یادگارِ غالب'' میں مذکورہ ترکیب بند کا نظیری کے ترکیب بند سے موازنہ کیا ہے جو نظیری نے جلال الدین اکبر کے بیٹے سلطان مراد کی وفات پر لکھا۔

(i) یادگارِ غالب کے جدید ایڈیشن میں نسیم احمد عباسی نے غالب اور نظیری کے دونوں ترکیب بندوں کا اردو نثری ترجمے ترجمہ کیا ہے۔ یہ دونوں ترکیب بند سات سات بندوں پر مشتمل ہیں اور ہر بند میں آٹھ آٹھ اشعار منظوم ہیں۔ نثر میں ہ میں طباعت اور تدوین کی ایک فاش غلطی نظر آتی ہے، جس مرتب نے طباعت کی نگرانی کی ہے اور مسودہ ان کی

نظر سے گزرا۔ انھوں نے اتنی زحمت گوارا نہیں کی کہ اردو نثری ترجمے کو اصل فارسی اشعار سے ملا کر دیکھیں، چنانچہ دونوں ترکیب بند میں تیسرے بند کی ذیل میں جو ترجمہ درج ہے دراصل وہ چھٹے بند کا ترجمہ ہے جو کہ غلطی سے اس کی ذیل میں درج ہوا ہے اور تیسرے بند کا ترجمہ چھٹے بند کی ذیل میں شامل ہوا ہے۔ یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ تازہ ایڈیشن غالب اکیڈمی جیسے معتبر اور معروف ادارے کی زیر نگرانی چھپ کر سامنے آیا۔ البتہ یہ بات ذہن میں رہے۔ یہاں مترجم سے کوئی فاش غلطی سرزد نہیں ہوئی اور وہ اس فعل سے پوری طرح بری الذمہ ہیں۔ امید ہے کہ اگلے ایڈیشن میں یہ کتاب ایک اچھے اور ممتاز فارسی دان دانشور کی نگرانی میں شائع کی جائے تا کہ اس طرح کی غلطیوں کا ازالہ ہو جائے۔

(ii) غالب کے "زنداں نامہ" کے بعض منتخب اشعار کا ترجمہ یونس جعفری نے کیا ہے، میں نے ان کا یہ ترجمہ بغور مطالعہ کیا، مجھے ایک مقام پر یونس جعفری کے ترجمے میں ابہام نظر آیا جب میں نے اصل فارسی شعر سے رجوع کیا تو مجھ پر واضح ہوا کہ یونس جعفری نے شعر غلط پڑھا ہے جس کے نتیجے میں ان سے غلطی صادر ہوئی۔

نہ پسندم کہ کس آید ، نہ توانم کہ روم
جانب در بہ چہ حسرت نگرانم در بند

نہ پسندم: (از مصدر پسندیدن) میں پسند نہیں کرتا۔ نتوانم: (از مصدر توانستن) نہیں سکتا۔ روم: (از مصدر رفتن)۔ نتوانم روم: جا نہیں سکتا، جانے کے۔ دربہ: قلعے یا شہر کا دروازہ، پھاٹک۔ دربہ چہ: پھاٹک میں بنی ہوئی کھڑکی حسرت نگرانم: (از نگریستن: دیکھنا) حسرت سے تکتا ہوں، حسرت سے تکتا رہتا ہوں۔ مجھے یہ گوارا نہیں کہ کوئی آئے میں جا بھی نہیں سکتا، قید خانے میں پھاٹک کی کھڑکی کی طرف حسرت سے تکتا رہتا ہوں۔(27)

مذکورہ بالا شعر میں یونس جعفری نے "دربہ چہ" کو غلط پڑھا اور مطلب و مفہوم غلط سمجھایا۔ اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ مجھے پسند نہیں کہ کوئی میری ملاقات کے لیے آئے کیوں کہ میں دروازے تک نہیں جا سکتا تو پھر میں کیوں قید خانے کے دروازے کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھوں؟ اب یہ بات ذہن نشین ہو گئی کہ الفاظ کو ملا کر پڑھنے سے کس طرح کی غلطیاں سامنے آتی ہیں اور معنی و مطلب کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ ذرا سی باریک بینی اور ذہانت سے یہ تمام مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

****

حوالہ جات

(۱) ڈاکٹر صابر آفاقی۔ نقش ہائے رنگ رنگ۔ کراچی: انجمن ترقی اردو، 2004ء، ص 14-15

(۲) ایضاً۔ ص 20

(۳) تنویر احمد علوی۔ غالب کی فاسی شاعری تعارف و تنقید۔ نئی دہلی: غالب اکیڈمی، 2007ء، ص 123

(۴) ڈاکٹر تحسین فراقی۔ غالب: فکر و فرہنگ۔ نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، 2011ء، ص 170

(۵) ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی۔ نقش ہائے رنگ رنگ۔ دہلی: شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی، 1970ء، ص 120-121

(٦) نسیم احمد عباسی۔ مترجم۔ مشمولہ، یادگارِ غالب مع فارسی متن و ترجمہ۔ مولانا الطاف حسین حالی۔ نئی دہلی: غالب اکیڈمی، 2011ء، ص264

(٧)ڈاکٹر صابر آفاقی۔ نقش ہائے رنگ رنگ۔ ص14-15

(٨)مرزا اسد اللہ خان غالب۔ کلیاتِ غالب (فارسی)۔ جلد دوّم۔ مرتبہ: سید مرتضیٰ فاضل لکھنوی۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ص٩

(٩)ڈاکٹر صابر آفاقی۔ نقش ہائے رنگ رنگ۔ ص32

(10)ایضاً۔ ص20

(١١)شریف حسین قاسمی۔ "فارسی ہیں"۔ مشمولہ، سہ ماہی اردو ادب۔ نئی دہلی: سنہ a ندارد، ص195

(12)ڈاکٹر صابر آفاقی۔ نقش ہائے رنگ رنگ۔ ص428

(13)تنویر احمد علوی۔ غالب کی فارسی شاعری: تعارف و تنقید۔ نئی دہلی: غالب اکیڈمی، 2007ء، ص74

(14)ڈاکٹر صابر آفاقی۔ نقش ہائے رنگ رنگ۔ ص416

(15)ایضاً۔ ص418

(16)ظ۔ انصاری۔ مثنویات غالب۔ نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، 1983ء، ص41

(17)ڈاکٹر حنیف نقوی۔ غالب کی چند فارسی تصانیف۔ نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، 2005ء، ص151

(18)ایضاً۔ صص144-145

(19)ایضاً۔ ص148

(20)ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی۔ نقش ہائے رنگ رنگ۔ ص312-313

(21)یونس جعفری۔ "فارسی ہیں"۔ مشمولہ، سہ ماہی اردو ادب۔ نئی دہلی: سنہ ندارد۔ ص166

(22)ظ۔ انصاری۔ مثنویات غالب۔ نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، 1983ء۔ ص20

(23)یونس جعفری۔ "فارسی ہیں"۔ مشمولہ، سہ ماہی اردو ادب۔ نئی دہلی: سنہ ندارد۔ ص182

(24)ظ۔ انصاری۔ مثنویات غالب۔ نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، 1983ء۔ ص35

(25)نسیم احمد عباسی۔ مترجم، مشمولہ،: یادگار غالب مع فارسی متن و ترجمہ۔ مولانا الطاف حسین حالی۔ نئی دہلی: 2011ء، ص346

(26)مرزا اسد اللہ خان غالب۔ کلیاتِ غالب فارسی۔ جلد اوّل۔ مرتبہ: سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی۔ ص168

(27)یونس جعفری۔ "فارسی ہیں"۔ مشمولہ، سہ ماہی اردو ادب۔ نئی دہلی: سنہ ندارد۔ ص138